ابن صفی اور ان کے پرانے رفیق مشتاق احمد قریشی

ابنِ صفی

ابنِ صفی کا قول ہے :۔

"آدمی میں جب تک قانون کے احترام کا سلیقہ نہیں پیدا ہوگا' تب تک سڑکوں پر خون بہتا رہے گا' دنگا فساد ہوتا رہے گا۔ میرا مشن ہے کہ آدمی قانون کا احترام کرنا سیکھے۔ اس لیے میں نے جاسوسی ناول لکھنے کی راہ منتخب کی ہے تاکہ تھکے ہارے ذہنوں کو تفریح بھی مہیا کرتا رہوں اور انہیں قانون کا احترام کرنا بھی سکھاتا رہوں۔ فریدی میرا آئیڈیل کردار ہے جو خود بھی قانون کا احترام کرتا ہے اور دوسروں سے قانون کا احترام کرانے کے لیے اپنی زندگی تک داؤ پر لگا دیتا ہے۔"

"میری دانست میں اس مشن کی کامیابی کے لیے جاسوسی ناول کا سہارا ناکافی ہے۔ اس کے لیے ملکی قانون کی تعلیم کا انتظام عوامی پیمانے پر ہونا چاہیے۔ ہمارے ماہرینِ تعلیم اس پر دھیان دیں۔ یہ بے حد ضروری ہے کہ ایسا نصاب وضع کیا جائے جس سے ابتدائی مدارج ہی میں قانون کی تعلیم شروع ہو سکے۔

"جب قانون سے لاعلمی' قانون شکنی پر سزا سے نہیں بچا سکتی تو پھر ہر آدمی کا یہ حق ٹھہرتا ہے کہ اسے کلی طور پر قوانین سے آگاہی حاصل ہو۔"

یہ ہے وہ گفتگو جو محترم ابنِ صفی سے میری تیسری ملاقات پر ہوئی کیونکہ میں نے سوال کیا: "آپ صرف جاسوسی ناول ہی کیوں لکھتے ہیں؟ آخر آپ جاسوسی ناول تک کیوں محدود ہو گئے ہیں؟"

IIIII

"تم سے یہ کس نے کہہ دیا کہ میں صرف جاسوسی ناول ہی لکھتا ہوں اور اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں لکھ سکتا؟ میں نے لکھنے کی ابتدا افسانے سے کی جو خالص رومانی افسانہ تھا اس افسانے کو عادل رشید صاحب نے اپنے ہفت روزہ جریدے "شاہد" بمبئی سے شائع کیا تھا۔ عادل رشید صاحب نے اس پر بڑا زبردست نوٹ لکھا تھا: "نتیجۂ فکر' مصورِ جذبات' حضرت اسرار ناروی"۔ اس کے بعد تواتر سے میری کہانیاں ہفت روزہ "شاہد" بمبئی میں شائع ہوتی رہیں اور میٹرک تک پہنچتے پہنچتے میں باقاعدہ شاعروں میں بھی شریک ہونے لگا تھا۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے وقت

جو کچھ ہوا اُس نے میری پوری شخصیت کو تہ و بالا کر دیا۔ مَیں اس وقت بی۔اے کے پہلے سال میں تھا۔ اس دَور کے ذہنی بھونچال نے کافی عرصے تک میرے ذہن کو پراگندہ اور منتشر رکھا... پھر ۴۸ء کے آخر میں دوستوں کی تحریک پر ماہنامہ "نکہت" الٰہ آباد کے لیے طغرلِ فرغان کے نام سے طنزیات اور افسانوں کا سلسلہ شروع کیا۔ کچھ پیروڈیز بھی لکھیں۔ ۵۲ء میں جاسوسی ناولوں کا سلسلہ شروع ہوا تو ایک بزرگ ادیب (جن کا نام لینا مناسب نہیں) کا خیال تھا کہ اُردو میں صرف جنسی کہانیاں ہی پڑھی جاسکتی ہیں اور اس دَور میں واقعی جنسی کہانیاں ہی لکھی جارہی تھیں۔ جنسی اور فحش کہانیوں کا ایک سیلاب آیا ہوا تھا۔ مَیں نے ان کی اس بات سے اتفاق نہیں کیا اور اس سلسلے میں مسلسل ذہن پر زور دیتا رہا۔ اس دَور میں منشی تیرتھ رام فیروز پوری کے تراجم کافی ذوق و شوق سے پڑھے جاتے تھے یا پھر دو تین ناول ظفر عمر صاحب کے شائع ہوئے تھے۔ وہ بھی ان کے اپنے لکھے ہوئے نہیں تھے بلکہ انہوں نے مارس لیبلانگ کے ناولوں کو مشرف بہ اسلام کیا تھا۔ افسوس کہ انہوں نے اس بات کا اعتراف نہیں کیا۔ جاسوسی ناول میرے لیے بالکل نئی چیز تھی اس لیے پہلی بار مجھے بھی انگریزی ہی کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ وکٹر گن کے ناول "آئرن سائیڈز لون ہینڈ" سے مَیں نے اپنا پہلا ناول "دلیر مجرم" ماخوذ کیا۔ البتہ اس ناول کے کردار فریدی، حمید، میری اپنی اختراع ہیں۔"

محترم ابن صفی نے میری طرف دیکھتے ہوئے بڑی گہری مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "مشتاق میاں! جیسا کہ تمہارا خیال ہے اور بعض لوگ بھی کہتے ہیں کہ مجھے مقصدی ادب پیش کرنا چاہیے تو میرا خیال ہے کہ تفریح بجائے خود ایک مقصد ہے۔ تھکے ہوئے ذہنوں کے لیے تھوڑی سی تفریح مہیا کر دینا اگر کسی کے بس میں ہو تو یہ بھی ایک مقدس فریضہ ہے۔ اس اعتبار سے میری کہانیاں مقصدیت سے دُور نہیں ہوتیں۔ کچھ لوگ ذہنی فرار کی بات کرتے ہیں۔ ان لوگوں کو شاید یہ معلوم نہیں کہ فرار ہی بنیادی طور پر مزید تعمیر کا باعث بنتا ہے۔ یکسانیت سے فرار انسانی طبیعت کا خاصا ہے۔ جب آرٹ اور ادب کے علمبردار مجھ سے کہتے ہیں کہ مَیں ادب کی خدمت کروں تو مجھے بڑی ہنسی آتی ہے۔ تم ہی بتاؤ مشتاق میاں! کیا مَیں جھک مار رہا ہوں؟ حیات و کائنات کا کون سا ایسا مسئلہ ہے جسے مَیں نے اپنی کسی نہ کسی کتاب میں نہ چھیڑا ہو؟ بس، میرا طریقۂ کار ہمیشہ عام روش سے الگ تھلگ رہا ہے۔ مَیں بہت اونچی بات کہہ کر محض چند لوگوں تک محدود ہونے کا قائل نہیں ہوں۔ دوسرے لوگ جو اعلا و ارفع ادب تخلیق کر رہے ہیں، وہ ادب کتنے ہاتھوں تک پہنچتا ہے اور انفرادی یا اجتماعی زندگی میں کیا انقلاب لاتا ہے؟ افسانوی ادب خواہ وہ کسی بھی پلیٹ کا ہو اس کا مقصد محض ذہنی فرار اور کسی نہ کسی معیار کی تفریح ہی فراہم کرنا ہوتا ہے لیکن اس سے گنے چُنے ہی لوگ محظوظ ہوتے ہیں۔ وہ اعلا ترین ادب ایک بہت بڑے طبقے کے لیے بے معنی ہے۔ مَیں ان گنے چُنے لوگوں کے لیے ہی کیوں لکھوں؟ مَیں وہ انداز کیوں نہ اپناؤں جسے زیادہ لوگ پسند کرتے ہوں اور کچھ اونچی باتیں اسی بہانے عوام تک پہنچا دوں۔ مَیں نے آفاقیت کے گیت گائے ہیں، عالمی بھائی چارے کی باتیں کی ہیں... اور اسی طرح بہت ہی بھیانک قسم کے ذہنی ادوار سے گزرتا ہوا مَیں یہاں تک پہنچا ہوں پھر مَیں مطمئن ہوں کہ جو کچھ لکھتا ہوں، وہ پورے اعتماد اور یقین کے ساتھ لکھتا ہوں، مجھے یہ بھی علم ہے کہ اونچا ادب تخلیق کرنے والے تمام احباب جو مجھ پر شدید نکتہ چینی کرتے ہیں، وہ بھی مجھے بڑی پابندی سے پڑھتے ہیں۔" اتنا کہہ کر ابن صفی صاحب شدید جذباتی ہو گئے اور انہوں نے ایک طویل ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے بڑی تلخ سی مسکراہٹ کے ساتھ مزید کہا۔

"مشتاق میاں! تمہیں تو خوب معلوم ہے کہ ادب کے یہ چودھری میرے خلاف کیسے کیسے محاذ بناتے ہیں اور میاں، یہ انسانی فطرت ہے کہ جب تمہارے مکان کے برابر والا اپنا دو منزلہ کھڑا کرنے لگتا ہے تو تمہارے دل میں ایک ہُوک سی اُٹھتی ہے کہ یہ دو منزلہ کیوں بنا رہا ہے؟ اگر تم وسیع نظر کے مالک ہو تو بڑی حسرت سے اس دو منزلہ پر نظر ڈال کر ایک طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ دل مسوس کر رہ جاؤ گے۔ ورنہ پڑوس کے مکین پر نکتہ چینی شروع کر دو گے۔ تم خود یہ کوشش کیوں نہیں کرتے کہ اس سے پہلے ہی تمہارا دو منزلہ بن جائے؟ خیر میاں، چھوڑو ان باتوں کو۔ ہاں تو تم کہہ رہے تھے کہ ہماری قوم مُردہ پرست ہے۔ کسی بھی فنکار کی قدر اس کی زندگی میں نہیں کی گئی جب کوئی مَر جاتا ہے تو بڑا واویلا کرتے ہیں، مرنے والے کے اعزاز میں بڑے بڑے بُت بناتے ہیں... لیکن میرے ساتھ شاید ایسا بھی نہ ہو... کیونکہ مَیں تو ان بت تراشوں سے بھی مل کر نہیں بیٹھا۔ تمہیں تو معلوم ہی ہے کہ مَیں گوشہ نشین ہوں اور ہمیشہ گوشہ نشین ہی رہوں گا۔ شاید بعد مرگ بھی ایسا ہی ہو۔ مَیں نے کبھی شہرت اور نام و نمود کی پروا نہیں کی۔ مَیں ہمیشہ ہی ان چیزوں سے بھاگا ہوں۔ اب یہ جو کچھ مقبولیت ہے، یہ قدرت کی دین ہے۔ میری اپنی کوشش کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ میاں! تم نے پھر مقصدیت کی بات کی ہے تو مَیں پھر وہی بات کہوں گا، جو کچھ دیر پہلے کہی

تھی۔ تفریح بجائے خود ایک مقصد ہے۔ تھکے ہوئے ذہنوں کو تھوڑی سی تفریح مہیا کر دینا، اگر آپ کے بس میں ہو تو میں اسے بھی ایک مقدس فریضہ سمجھتا ہوں اور یہی مقصد میری کہانیوں میں پیش پیش ہے۔

"یہ جو تم ادبِ عالیہ کی بات کرتے ہو تو بھائی میرے، میں نہ تو ادبِ عالیہ کو افورڈ کر سکتا ہوں اور نہ ہی ادبِ عالیہ مجھے افورڈ کرے گا۔ تم نے ادب تخلیق کرنے والوں کو دیکھا ہے؟ کیا حُلیہ ہوتا ہے ان کا؟ کیا مجھے بھی ویسا ہی دیکھنا چاہتے ہو؟ جب وہ ادب کا شہ پارہ تخلیق کر کے ادب کے ٹھیکیداروں کو دیتے ہیں تو وہ ادب کے ٹھیکے دار انہیں اس کا معاوضہ دیتے ہیں؟ بس اپنے پرچے میں چند تعارفی جملے جس طرح نمایاں کر سکتے ہیں، کر دیتے ہیں اور بس! صرف تعارفی لفظوں اور ستائشی جملوں سے نہ تو اس ادیب کا پیٹ بھرتا ہے اور نہ ہی اس کے بال بچوں کا... اگر بھر سکتا ہو تو مجھے بتا دیں، میں پھر وہی سب کچھ لکھ ڈالوں گا۔ کیا تم پسند کرو گے کہ میں بقول لوگوں کے اور تمہارے، بلند پایہ ادب تخلیق کر کے کسی نامور ادبی پرچے میں چھپ کر اس کی کاپی اپنی جیب سے خرید کر یا اس کی کاپی خریدنے کے لیے تم سے پیسے لینے آؤں اور کہوں "یار! کئی روز سے میں نے چلتے یا سگریٹ کی شکل تک نہیں دیکھی، تم یا کوئی اور دوست کب تک لفٹ دو گے؟ دو ایک بار میں ہی کنّی کاٹ جاؤ گے۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟

"میاں! تم جو یہ ابن صفی صاحب، ابن صفی صاحب کہتے رہتے ہو۔ وہ صرف اس وجہ سے ہے کہ میں تمہارے حساب سے ادبِ عالیہ نہیں لکھ رہا ہوں لیکن میرے خیال سے جو کچھ بھی لکھ رہا ہوں، وہ بہترین ادب ہے کہ اسے چھوٹے بڑے سب ہی پڑھتے ہیں اور پسند کرتے ہیں۔ کیا تم کسی بھی بڑے مصنف (جسے تم بڑا مانتے ہو) کی مثال دے سکتے ہو کہ ہندو پاک میں وہ اتنی بڑی تعداد میں چھپتا ہو۔ بے شک اس کا نام ضرور بڑا ہو گا لیکن اس کی ریڈر شپ اتنی بڑی نہیں ہو گی۔ کہو کیا کہتے ہو تم؟ تم تو خود بھی پبلشر ہو۔ کافی کتابیں اب تک چھاپ چکے ہو۔ کتنی کتابیں بیچ لیتے ہو، مجھے معلوم ہے۔ میری کتاب کتنی چھپتی ہے۔ ہندو پاکستان میں تقریباً ڈیڑھ، پونے دو لاکھ، بلکہ دو لاکھ کی تعداد میں مختلف زبانوں میں چھپتی ہے۔ بولو اب کیوں خاموش ہو؟"

اس وقت میرے پاس ایک جھینپی جھینپی مُسکراہٹ کے سوا کوئی جواب نہ تھا...

پھر خود ہی بولے "تم نے کہا تھا کہ لوگوں کی ذاتی لائبریریوں میں آپ کی کتابیں نہیں ہوتیں جبکہ عام لائبریریوں میں جو کتاب سب سے زیادہ کرائے پر چلتی ہے، وہ میری ہی کتاب ہے... اور ہاں ابھی تم نے ہی تو بتایا ہے کہ میری کتابیں لوگ بلیک میں فروخت کرتے ہیں۔ اب تم ہی بتاؤ کیا اُردو زبان میں کوئی ناول اس قدر تیزی سے فروخت ہوتا ہے کہ لوگ خریدنے کے لیے بے چین ہو کر فروخت کرنے والوں کا ہر مطالبہ تسلیم کر لیں۔ مشتاق میاں! کسی بھی لکھنے والے کا حوصلہ بلند کرنے کے لیے یہ بہت بڑی بات ہے۔ پھر تم ہی کہو کہ وہ ادب جو نانِ شبینہ کو ترسائے، بڑا ہے یا وہ ادب جس سے نہ صرف میری، میرے پبلشر کی بلکہ بہت سے بک اسٹال والوں کی روٹیوں کا خرچہ نکلتا ہے؟ خیر، تم میری یہ بات نوٹ کر لو، ایک وقت آئے گا کہ لوگ اسی "سب کچھ" کو ادب تسلیم کریں گے اور جب ادب کے یہ چودھری اپنے خول سے باہر آئیں گے تب تم دیکھنا کہ یہ کیسا چولا بدلتے ہیں۔"

آہ! آج محترم ابن صفی، ہم میں موجود نہیں ہیں، صرف ان کی باتیں اور ان کی یادیں ہی رہ گئی ہیں بے شک وہ بہت بڑے انسان، بہت بڑے مصنف، بڑے شاعر، بڑے ادیب اور دانشور تھے۔ یہ میری عزت افزائی تھی کہ مجھ سا کم علم اور بے مایہ شخص ان کے اتنے قریب رہا اور انہوں نے ہمیشہ میری حوصلہ افزائی کی۔ ان ہی کے حکم پر میں نے "نئے افق" کا اجرا کیا جس میں وہ مرتے دم تک لکھتے رہے اور اپنی زندگی کے آخری دنوں میں انہوں نے ایک نئے پرچے "نیا رُخ" کی داغ بیل ڈالی جس کے تین شمارے ہر لحاظ سے مکمل ہو گئے۔ جب "نیا رُخ" کے تین شمارے مکمل ہو گئے تب انہوں نے اجازت دی کہ اب اس کی پبلسٹی کر لو۔ اب تمام کام تمہارے قابو میں ہے۔ اب تم مزید کسی تاخیر کے اس پرچے کو میرے پڑھنے والوں کے سامنے لا سکتے ہو۔ مجھے اندازہ ہو گیا کہ تم دونوں پرچوں کو وقت کی پابندی کے ساتھ نکال سکتے ہو۔ "نیا رُخ" کے سلسلے میں انہوں نے شکرال کے پس منظر میں ایک ناول "شمال کا فتنہ" مکمل کر دیا تھا اور کہا تھا کہ اگرچہ میری بیماری اجازت نہیں دیتی لیکن میں کسی وعدے کی عدم تکمیل کا بوجھ اپنے سینے پر لے کر نہیں جانا چاہتا۔ میں نے بارہا کہا کہ اپنے ذہن کو آرام کرنے دیں۔ آپ کو آرام کی شدید ضرورت ہے۔ زندگی نے وفا کی تو انشاء اللہ وعدے پورے ہوتے رہیں گے۔ لیکن انہوں نے میری ایک نہ مانی اور جیسا سوچا تھا، ویسا ہی کیا۔ ناول کا مکمل مسودہ میرے ہاتھ میں دیتے ہوئے انہوں نے کہا "لو۔ اب تم خود ہی اسے قسطوں میں تقسیم کرتے رہنا یا مکمل ناول کی شکل میں شائع کر دینا یا پھر

جیسا تم مناسب سمجھو کر لینا۔"

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ملکِ عدم کے راہی کو اندازہ تھا کہ وہ کب اپنے سفر پر روانہ ہو جائے گا۔ اس سے پہلے انہوں نے اپنی پوری زندگی میں کبھی قبل از وقت لکھ کر میٹر کا ذخیرہ نہیں کیا ہمیشہ بروقت اور ضرورت کے مطابق ہی لکھا لیکن "نیا رُخ" کے سلسلے میں جذباتی ہو کر انہوں نے اپنی زندگی کا یہ معمول بھی بدل دیا تھا۔ "نیا رُخ" اور "نئے افق" دونوں پرچے ایک مشن کی حیثیت سے پہلے محترم ابنِ صفی کے پیشِ نظر تھے۔ اب یہ مشن میرے سامنے ہے جسے اپنی تمام تر توانائیوں کے ساتھ بالکل ویسا ہی جیسا کہ صاحبِ موصوف چاہتے تھے، جاری رکھوں گا ان شاء اللہ